جولیا سرور
ریسرچ اسکالر، شعبۂ اُردو، جامعہ کراچی۔
ڈاکٹر رؤف پاریکھ
ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبۂ اُردو، جامعہ کراچی

اُردو میں بائبل کے تراجم: ایک مختصر سماجی و لسانی مطالعہ

ABSTRACT

Bible's Urdu translations: a brief social and linguistic study.
By Julia Sarwar, Research Scholar, Department of Urdu, University of Karachi and Dr. Rauf Parekh, Associate Profecer, Department of Urdu, Karachi University.

Bible's translations into Urdu have a long history. These translations have a peculiar religious, social, literary and linguistic background. This article finds and analyses some of the oldest Urdu translations of Bible. The author has pointed out some orthographic and phonetic peculiarities of some of the old Urdu translations of Bible as they are marked with certain tendencies. For instance, the older versions have a tendency to lengthen the vowels and hence the orthographic manifestation of certain words is quite different from what we find in today's Urdu language. The article also takes into account the change in spellings due to change in the articulation of aspirated sounds, nasal sounds and retro-flex sounds. As these translations were rendered in different parts of India, the effects of specific regional dialects of Urdu and local social conditions too have influenced these translations.

اُردو میں تراجم کی تاریخ بہت طویل ہے لیکن سر دست ہمارا موضوع چوں کہ اردو میں بائبل (Bible) کے تراجم ہے لہٰذا اس مناسبت سے ہم صرف مذہبی متون کے ترجمے سے متعلق بات کریں گے اور پھر بائبل کے اردو تراجم اور ان کے سماجی اور لسانی پس منظر اور خصوصیات پر گفتگو ہوگی۔

مذہبی متون کے تراجم: تاریخی جائزہ

دنیا بھر میں مذہبی متون کے تراجم کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو ہم عبرانی زبان کی بائبل مقدس کے ترجمے تک پہنچتے ہیں کیوں کہ قدیم سامی (Semitic) زبانوں کی سب سے پہلی کتاب جسے کسی دوسری زبان میں ترجمہ کیا گیا

عہدِ عتیق کی کُتب کا مجموعہ یعنی یہودیوں کی بائبل ہے۔ جو دوسری صدی تا تیسری صدی ق م میں عبرانی زبان سے یونانی زبان میں منتقل ہوکر سپٹو جنٹ (septuagint) کہلائی (۱) اور پھر دنیا بھر کی لاتعداد زبانوں میں ترجمہ ہوتی چلی گئی۔ برصغیر میں مذہبی تراجم کی بات کریں تو یہ صدیوں سے ایک بین المذاہبی خطہ رہا ہے اور اس میں مختلف عقائد سے تعلق رکھنے والے لوگوں کا قیام رہا ہے۔ جن کی اپنی مذہبی رسومات کے ساتھ ایسی کتب بھی تھیں جنھیں وہ سینہ بہ سینہ اور تحریری صورت میں اپنی نسلوں کو منتقل کرتے رہے۔ ہندو پاک کی سرزمین پر مذہبی ادب کی تاریخ میں آریاؤں کا ویدک ادب سب سے قدیم مانا جاتا ہے (۲)۔ اس کے علاوہ پہلی صدی عیسویں میں ہندوستان میں انجیل کے یونانی زبان سے عبرانی زبان میں ترجمے کی موجودگی کا ذکر ملتا ہے (۳) اور پھر ساتویں صدی عیسویں میں محمد بن قاسم کی آمد کے ساتھ ہندوستان میں دینِ اسلام کی بھی آمد ہوئی۔ اس دور میں سندھی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ ہوا جو کہ کسی ہندستانی زبان میں قرآن مجید کا پہلا ترجمہ مانا جاتا ہے (۴)۔ ہندوستان کثیر اللسانی خطہ رہا ہے اور اہلِ علم طبقے کی بدولت اس میں تراجم کا عمل بھی جاری رہا ہے۔ بھگتی تحریک کے دور (۱۷۰۰ء - ۱۱۰۰ء) میں شعراء نے آزادانہ تراجم کیے اس جدوجہد میں انھوں نے سنسکرت زبان سے قدیم ہندوستانی علوم اور حکمت کے مضامین مختلف مقامی زبانوں (بھاشاؤں) میں منتقل کیے (۵)۔ اسلامی حکومت کے دورِ اوائل ہی سے مختلف زبانوں اور خصوصاً سنسکرت کی کئی کتابیں ترجمہ ہونے لگی تھیں لیکن مذہبی تراجم کے ضمن میں سولھویں صدی میں مغل بادشاہ اکبر کا دورِ حکومت نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اکبر کو علوم وفنون سے فیض یاب ہونے کا بہت شوق تھا اس نے فتح پور سیکری میں عبادت خانہ کے نام سے ایک مکتب خانہ تعمیر کروایا جہاں ۲۴ ہزار کے قریب کتابیں موجو تھیں جنھیں وہ دوسروں سے پڑھوا کر سُنا کرتا تھا (۶) اس مکتب خانے میں مختلف مذاہب وعقائد کے ماننے والے جمع ہوتے تھے اور اکبر ان کے مناظرے سُنتا۔ سبطِ حسن اکبر کے دور کی علمی وادبی سرگرمیوں کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں ۱- ترجمے ۲- تاریخ نویسی ۳- شعر وشاعری (۷)۔ چوں کہ ہمارا موضوع ترجمے سے متعلق ہے تو ہم اس پر نظر ڈالیں گے۔

اکبر نے اپنے علما کو حکم دیا کہ مختلف زبانوں کے ادب کو فارسی زبان میں منتقل کیا جائے۔ جس کے نتیجے میں متعدد زبانوں سے فلسفہ، الجبرا، ریاضی، مذہب، شعر وشاعری اور موسیقی کی کتابیں ترجمہ ہونے لگیں۔ ۱۵۶۸ء میں اکبر نے مسیحی مبلغین کو دعوت دی کہ وہ قانون کی کتابیں تحریر کروائیں (۸)۔ امداد صابری کے بقول اکبر کے زمانہ میں ایک پادری فربیتون گُوا پر اترے اور چوں کہ ساتھ بہت سی یونانی کتابوں کے تراجم کا سامان بھی تھا۔ (۹) اسی دور میں ایک جیبوسٹ مبلغ فادر جیروم زیوئیر نے ''سیرت المسیح'' کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی۔ یہ ہندوستان میں مسیحیت کی پہلی کتاب تھی جسے فارسی زبان میں منتقل کیا گیا۔ اس کا ایک باتصویر قلمی نسخہ کتب خانہء آصفیہ حیدر آباد دکن میں موجود ہے۔ (۱۰) فادر زیوئیر نے اکبر کی فرمائش پر انجیل کا فارسی میں ترجمہ بھی کیا علاوہ ازیں مراۃ القدس یعنی

داستان حضرت عیسیٰ مسیح ۱۶۰۲ء، آئینہ حقیقت نما، (۱۱) تلخیص آئینہ حق نما، داستان احوال حواریاں، حضرت عیسیٰ ذکر ومناقبت الیشان ۱۶۰۴ء، آداب السلطنت ۱۶۰۹ء، زبور شریف، بیان ایمان عیسویاں، اناجیل مقدسہ، حالات مقدسین، چند حکایات، پند ونصائح، قرآن مجید کا ترجمہ پرُتگالی میں، مقدّسہ مریم کے حالاتِ زندگی اور انتخاب، عقائدِ دینِ عیسویاں جیسی کُتب کے ترجمے بھی فارسی زبان میں کیے۔ (۱۲) علاوہ ازیں شاہ ولی اللہ نے قرآن کا ترجمہ عربی زبان سے فارسی میں کیا۔ بقول مظفر علی سید برصغیر کے مسلمانوں کے درمیان جو عزت وتکریم خانوادہ شاہ ولی اللہ کو ملی، اُس میں بہت بڑا حصہ ان تراجم کا ہے جو شاہ صاحب اور ان کے لائق وفائق صاحبزادوں نے سپردِ قلم فرمائے'' (۱۳)

اُردو میں ترجمے کی روایت:

اُردو میں تراجم کا عمل خاصے قدیم زمانے سے جاری ہے۔ اس میں حکمرانوں، مسلمان صوفیاے کرام اور مستشرقین نے مختلف طو پر حصہ ڈالا ہے۔ اُردو تراجم کی روایت کے ضمن میں صوفیاے اکرام کی خاص اہمیت ہے۔ ان میں سترھویں صدی کے اوائل میں شاہ میراں جی خُدا نما نے ابو الفضائل عبداللہ بن محمد عین القضاہ ہمدانی کی تصنیف ''شرحِ تمہیداتِ ہمدانی'' کا عربی سے اردو میں ترجمہ آج زبانِ اردو کی تشکیلی صورت کا مظہر ہے جس کے باعث میراں جی اُردو کے پہلے مترجم کہلاتے ہیں (۱۴)۔

۱۶۳۵ء میں مُلا وجہی نے شاہ جی نیشاپوری کی فارسی تصنیف ''دستورِ عشاق'' کا سب رس کے نام سے اردو زبان میں ترجمہ کیا جو نثری زبان میں اردو کا اولین ترجمہ کہلاتا ہے نیز اسی دور میں سلطنت بیجاپور میں سب سے پہلا ترجمہ ملک خورشید نے ۱۶۴۲ء میں امیر خسرو کی مثنوی ہشت بہشت کے ایک جُزو کا اور دوسرا ترجمہ ۱۶۷۰ء میں طبعی نے گنجوی کی مثنوی ہفت پیکر کا بہرام وگل اندام کے نام سے کیا (۱۵)۔

اٹھارھویں صدی کے آغاز میں شاہ ولی اللہ نے شیخ محمود کی فارسی تصنیف ''معرفت السلوک'' کا اردو زبان میں ترجمہ کیا۔ اور تقریباً اسی زمانہ میں فضل علی فضلی نے مُلاّ حسن واعظ کاشف کی فارسی کتاب ''روضتہ الشہدا'' کا کربل کتھا کے نام سے اردو ترجمہ کیا۔ طوطی نامہ کے نام سے سید محمد قادری کی تصنیف کا ترجمہ ہوا۔ (۱۶) علاوہ ازیں دیگر تراجم میں نشاط العاشقین، شمائل الاتقیاء اور کربل کتھا وغیرہ شامل ہیں۔

انیسویں صدی کے آغاز کے ساتھ ہی اردو زبان وادب کی تاریخ میں ایک نئے باب کا بھی آغاز ہوا۔ جس میں اردو نثر با قاعدہ تحریری صورت اختیار کر رہی تھی اس عمل میں فورٹ ولیم کالج اور اس کے ذریعے ہونے والے تراجم نے اہم کردار ادا کیا یہ پہلا ایسا ادارہ تھا جس نے منظم اور با قاعدہ طرز سے عربی، فارسی، سنسکرت اور انگریزی کے ساتھ لاطینی اور عبرانی سے بھی اردو زبان میں تراجم کروائے اور علمی وادبی حلقوں میں تراجم کی اور اردو زبان کے استعمال کی نئی تحریک کو فروغ دیا۔ اردو زبان میں ہونے والے تراجم کی اہمیت کا بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر ظ۔ انصاری

کہتے ہیں کہ ’’اردو تو باقاعدہ زبان بنی ہی ترجموں کی بدولت۔ ورنہ جب تک وہ کھڑی بولی کے روپ میں تھی کسی بڑے قلم کار نے ادبی تصنیف کے قابل نہ سمجھا۔ بولی سے زبان تک کا طویل فاصلہ ایک صدی کے اندر طے کر لینے میں ترجموں کا بڑا ہاتھ ہے۔‘‘(۱۷)

مذہبی کتابوں کے منظوم تراجم:

۱۷۵۷ء سے ۱۸۵۷ء کے ایک سو سال کے عرصے میں ہندوستان میں ذہنی انتشار، تہذیبی زوال اور معاشی اور سیاسی افراتفری نے مذاہب کی ترویج کے لیے ماحول کو سازگار بنا دیا تھا۔ فکر و عمل کے لیے ذہن شعوری طور پر جاگ رہے تھے جس کے نتیجے میں ہندوستان کے لوگ بیدار ہونے لگے تھے اور کئی تصانیف منظر عام پر آنے لگی تھیں۔ ان میں مذہبی کتابوں کے تراجم بھی شامل ہیں۔ جمیل جالبی اس ضمن میں کہتے ہیں کہ جیسے قرآن مجید کا پہلا ترجمہ اس صدی میں ہوا اسی طرح بائبل مقدس اور بھگوت گیتا کے تراجم کی پہلی کوششیں بھی اسی صدی میں ہوئی (۱۸)۔ ان کوششوں میں مختلف مذاہب کی کُتب کے نثری تراجم کے ساتھ ساتھ منظوم تراجم بھی شامل ہیں ۔

ڈاکٹر سید حمید شطاری نے ۱۹۸۲ء میں قرآن مجید کے اردو تراجم و تفاسیر کے موضوع پر پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ لکھا جس میں انھوں نے ۱۹۱۴ء تک کے تراجم و تفاسیر کا تنقیدی مطالعہ کیا ہے۔ اس مقالے میں اٹھارویں صدی میں ہونے والے منظوم تراجم کا بھی ذکر ہے (۱۹) یعنی کہ ہندوستان میں منظوم تراجم کی تاریخ خاصی قدیم ہے جس کو شاندار بنانے میں ہر مذہب کے شعراء نے حصہ ڈالا ہے دین اسلام کے ماننے والے شعراء کا ذکر کریں تو قرآن کریم کی مختلف سورتوں اور پاروں کے منظوم تراجم ہوئے ہیں، مثلاً مولوی قاضی عبدالسلام بدایونی نے ۱۸۲۸ء۔ ۱۸۲۹ء میں زادالآخرۃ کے نام سے قرآن مجید کی منظوم تفسیر لکھی جو مطبع نولکشور سے دو جلدوں (چار حصوں) میں چھپی (۲۰)۔ سورۃ یوسف کی تفسیر مثنوی کی صورت حکیم محمد اشرف نے تحریر کی جو ۱۲۶۴ھ میں چھپی (۲۱) سورہ فاتحہ کا سیماب اکبرآبادی نے ’’وحی منظوم‘‘ کے نام سے ترجمہ کیا اور ان کے علاوہ شان الحق حقی اور کیف بھوپالی نے بھی سورۂ فاتحہ کا منظوم ترجمہ کیا۔ پارہ الٓم کا ترجمہ آغا منظر قزلباش نے کیا (۲۲)۔ دورِ حاضر میں پروفیسر محمد سمیع اللہ اسد نے قرآن مجید کا اردو زبان میں منظوم ترجمہ کیا ہے جو کہ قرآنِ منظوم کے نام سے پانچ جلدوں میں شائع ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر شہناز مزمل نے ’’قرآن پاک کا منظوم مفہوم‘‘ کے نام سے ۲۰۱۷ء میں ایک ترجمہ شائع کیا ہے۔

اسی طرح ہندوؤں نے بھی اپنی مذہبی کتب کے منظوم اردو تراجم کیے ہیں جن میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

منشی طوطا رام شایان نے ۱۹۰۵ء میں ’’مہا بھارت منظوم‘‘ کے نام سے مہا بھارت کا ترجمہ کیا۔ بھگوت گیتا جو رامائن کا ہی حصہ ہے اس کا منظوم ترجمہ بھگوت گیتا (منظوم) موسومہ نسیمِ عرفاں کے نام سے منور لکھنوی نے ۱۹۵۵ء میں

کیا(۲۳)۔ تلسی کیرت رائے کے سنسکرت ترجمے سے رامائن کا منظوم ترجمہ حکیم واسرائے وہمی نے کیا اور اپنے ہی چھاپہ خانے سے ۱۹۶۰ء میں اشاعت کی (۲۴)۔ گیان گنگا کے نام سے بھگوت گیتا کا منظوم ترجمہ رگھویندر سنگھ نے ۱۹۶۷ء میں کیا (۲۵)۔ منظوم مہابھارت، جلال افسر سنبھلی نے ۱۹۸۹ء میں تحریر کی (۲۶)۔

جس طرح بھگوت گیتا رامائن ہی کا حصہ ہے اسی طرح توریت زبور اور انجیل مکمل مسیحی بائبل مقدس کا حصہ ہیں اور عقیدۂ مسیحیت کے حامل لوگ ان سب کے معتقد ہیں۔ ۱۷۴۲ء میں بنجمن شلزے کی کاوشوں کے بعد سے اب تک اردو کی نثری زبان میں یہ کتب انفرادی حیثیت سے اور مجموعی بائبل مقدس کی شکل میں بیشتر بار ترجمہ ہو چکی ہیں۔ اور بدلتے تہذیبی منظرنامے کے ساتھ زبان کی بدلتی صورت کے تقاضوں کے پیشِ نظر ہر بیس سے پچیس سال کے عرصے میں اس کی نظرِ ثانی کی گئی۔ ان تمام کاوشوں کے مطالعے کے دوران راقمہ کو کوئی ایسی روایت نہیں ملی جو مکمل بائبل کے منظوم اردو ترجمے کا بیان کرے اور اگر ہے تو راقمہ کی اس تک رسائی نہ ہو سکی۔ البتہ اس کے چند واقعات کو لے کر کئی شاعروں نے نظم کیا ہے جن میں مسلم شعراء میں قابلِ ذکر عبدالعزیز خالد ہیں جنھوں نے جنابِ سلیمان کی غزل الغزلات کو ''نغمہ سلیمان'' کے نام سے مثنوی کی صورت تحریر کیا ہے، نیز انھوں نے یوحنا اصطباغی کے قصے کو ''سلومی'' کے عنوان سے رقم کیا ہے اور اسی طرح سمسون کی المناک کہانی کو بھی نظم کی صورت میں لکھا ہے (۲۷)۔

علاوہ ازیں ایک اور اہم کتاب جس کے نہ صرف اردو بلکہ پنجابی منظوم تراجم بھی ہوئے ہیں زبور شریف ہے۔ زبور شریف ایک ایسی کتاب ہے جو کہ بذاتِ خود شاعرانہ اسلوب میں ہے۔ اور اس کا شمار عبرانی ادب کی قدیم ترین شاعرانہ کتب میں ہوتا ہے۔ اس کے موضوعات آفاقی ہیں جو ہزاروں سال قدیم ہونے کے باوجود آج بھی وارداتِ قلبی محسوس ہوتے ہیں۔

زبور کی کتاب عبرانی بائبل میں بھی شامل ہے۔ انگریزی زبان میں زبور کا نام یعنی Pslams یونانی زبان کے psalmoi سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں instrumental music۔ اس کی مزید توضیح کی جائے تو اس کا مفہوم the words accompanying the music یعنی موسیقی کے ساتھ الفاظ ہوگا۔ (۲۸) اسی مناسبت سے اردو زبان میں اس عنوان کے لیے پروٹیسٹنٹ ترجمے میں ''زبور'' اور کیتھولک ترجمے میں ''مزامیر'' کے الفاظ کا انتخاب کیا گیا۔ اس کتاب میں ۱۵۰ مزامیر ہیں۔ مجموعی طور پر یہ کتاب جنابِ داود کے نام سے منسوب ہے۔ لیکن اس میں بعض ایسے بھی ہیں جن کی ابتدا پر کسی اور مصنف کا نام لکھا ہے۔ یہ زبور یا مزامیر مسیحیت سے قبل عبرانی عبادت کے دوران میں پڑھے جاتے تھے اور مسیحیت کی ترویج کے بعد مسیحی کلیسیا (۲۹) جب کلیسا (۳۰) میں جمع ہوتی ہے تو اپنی عبادت کے دوران میں موضوعات کی مناسبت سے زبور کے متون یا دعاؤں کا منظم استعمال کرتی ہیں۔ زبور کے الفاظ نظم کی صورت موسیقی اور راگوں کے ساتھ گائے جاتے ہیں اور عبادت کے اہم ترین حصے پرستش

(عبادت) کا جُزوِ خاص ہیں۔

یہی وجہ ہے جب زبانِ اردو میں بائبل مقدس کے نثری تراجم ہوئے اور کلیساؤں میں ان کی تلاوت ہونے لگی تو مقامی لوگوں کے لیے اس بات کی بھی ضرورت تھی کہ عبادت کے حصہ پرستش کے لیے ان کی اپنی زبان میں زبور ہوں جنھیں وہ روایت کے مطابق خدائے قادرِ مطلق کے لیے گا سکیں۔ اس امر میں سب سے پرانی کتاب جس تک راقمہ کی رسائی ہوئی ۱۸۵۵ء کی ہے جو کہ جماعت کی عبادت کے لیے پریسبیٹرین مشن پریس الہ آباد سے چھپی تھی اور جس کے دیباچے سے پتا چلتا ہے کہ اس کی پہلی اشاعت ۱۸۴۲ء میں ہوئی تھی۔ اس میں شامل زبور اردو زبان میں ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری کتاب اے۔ پی مشن کی تھی جو بالترتیب ۱۸۵۹ء اور ۱۸۷۲ء میں شائع ہوئی۔ (۳۱)

مکمل زبور کی کتاب کے اردو ترجمے کی پہلی کاوش کا سہرا پادری امام الدین شہباز کے سر جاتا ہے جنھیں ۱۸۸۲ء میں مزامیر کا زبانِ اردو میں منظوم ترجمہ کرنے کا کام سونپا گیا۔ اور ۱۸۸۷ء تک انھوں نے جنابِ داود کے عبرانی زبان میں ۱۵۰ نغمات میں سے سو نغمات کو اردو نظم کی شکل دے دی جو اسی سال رومن حروف میں شائع کیے گئے (۳۲)۔ دو سال بعد انھیں اردو حروفِ تہجی میں بھی شائع کیا گیا۔ اور پھر ۱۸۹۱ء میں بقیہ پچاس زبور بھی منظوم کر کے شائع کر دیے گئے۔ اس کے علاوہ انھوں نے پنجابی میں بھی تمام مزامیر کا منظوم ترجمہ کیا (۳۳) جو اتنے سال گزرنے کے بعد آج بھی کلیسیاؤں میں نہایت عقیدت اور جوش سے گائے جاتے ہیں۔ امام الدین شہباز کے بعد اس حوالے سے ایک صدی کی خاموشی ملتی ہے اور ''زمزمۂ داود'' کے نام سے مشتاق انعامی کی ۱۹۸۱ء میں ایک کاوش نظر آتی ہے۔ (۳۴) جس میں انھوں نے بھی ایک سو پچاس مزامیر کا منظوم ترجمہ کیا ہے۔ اب تک کی آخری کوشش ڈاکٹر بشیر خزان نادانؔ کی ہے جو ۲۰۰۵ء میں منظرِ عام پر آئی اور جو امام الدین شہباز کے پنجابی مزامیر کی ہی مورد شکل ہے۔ (۳۵)۔

بائبل کے اردو نثری تراجم : صوتیاتی اور املائی خصوصیات

اردو زبان میں بائبل مقدس کے نثری تراجم کا باقاعدہ آغاز ہنری مارٹن کے ۱۸۱۴ء میں سیرام پور سے شائع ہونے والے ترجمے سے ہوتا ہے اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ اس دوران کاٹن میتھر کا مرزاپور کا ترجمہ ۱۸۶۰ء اور ۱۹۳۰ء میں الہ آباد کا ترجمہ سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اردو زبان کی نثری تاریخ کے ضمن میں بائبل مقدس کے تراجم کی اہمیت مسلم ہے کیوں کہ مذکورہ تراجم اور ان کے ساتھ دیگر تراجم کے ذریعے ایک ہی متن و مضمون کے مختلف ادوار میں تراجم سے ہمیں اردو کی بدلتی ہوئی صورت اور اس کی لسانی تبدیلیاں دیکھنے کو مل جاتی ہیں چوں کہ ان تراجم میں بائبل کے ضمن میں پہلی بار اردو نثر روزمرہ زبان میں بامحاورہ استعمال کی گئی اور اسے تحریری صورت بھی ملی جس کے باعث اس دور کی اردو زبان کے لسانیاتی مطالعے کے لیے بھی یہ تراجم معاون و مددگار رہیں۔

ان تراجم کی لسانی خصوصیات مختصراً ذیل میں پیش کی جا رہی ہیں:

۱۔ صوتی phonetic

حرکات و علل: دوآبہ کی کہلانے والی زبان برج بھاشا میں لفظوں کو آسان بنانے کا رجحان جو رہا ہے وہ بپٹسٹ مشن کے چیمبرلین کے ۱۸۲۱ء میں شائع ہونے والے نسخے میں ملتا ہے۔

لگے = لاگے

کندھے = کاندھے

لیکن اس دور میں بھاشا کے اثرات کم ہو رہے تھے اور کھڑی بولی کے اثرات کو زیادہ قبول کیا جا رہا تھا۔ ایسے الفاظ جن میں دوسرا حرف علت ہو مثال کے طور پر جیسے پنجابی میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔

ہاتھ = ہتھ

کان = کن

ضمہ: جن اردو الفاظ کے پہلے صوتی رکن میں ضمہ آتا ہے اُسے لکھتے وقت واؤ میں تبدیل کر دیا جاتا تھا۔ گویا پیش کا تلفظ واو سے ظاہر کرتے تھے۔ اسے اعراب بالحروف کہتے ہیں۔ مثلاً

اوس = اس

اونہے = انھیں

اون = ان

اونہوں = انھوں

ووہی = وہی

بعض جگہوں پر افعال اور اسما میں بھی یہ ہی انداز پایا جاتا ہے یعنی جن لفظوں میں آج ہم صرف پیش (ُ) لگاتے ہیں قدیم اردو میں واؤ لگتا تھا جیسے۔

بورائی = برائی

دوکھ = دکھ

سونا = سنا

اوتریں = اتریں

۲۔ غنائی آوازیں: Nasal sounds

ناک سے نکلنے والی آوازوں کو غنائی آوازیں کہتے ہیں۔ اُردو میں ناک کی تین آوازیں ہیں جن میں م، ن

فصلی اور ن وصلی یہ تینوں مصمتے (consonants) ہیں۔لیکن یہ آوازیں مصمتوں (vowels) سے ملا کر بھی پیدا کی جاتی ہیں اس دور میں ن غنہ کی آوازوں کو آخری حالت میں نقطے کے ساتھ ظاہر کیا جاتا تھا۔یعنی تحریری شکل میں نون اور نون غنے میں کوئی امتیاز نہیں کیا جاتا تھا اور کئی قدیم کار دو کتابوں میں یہ طرزِ املا عام ملتا ہے، مثلاً مرزا فطرت اور ہنری مارٹن کے ۱۸۱۷ء کے نسخے میں سے کچھ مثالیں درج ہیں۔

مین	=	میں
انہین	=	انھیں
آدمیون	=	آدمیوں
زبانین	=	زبانیں

۳۔ ہکاری آوازیں: Aspiratedsounds

اردو میں ایسی پندرہ آوازیں ہیں جنھیں صوتیات کی اصطلاح میں ہائیہ یا ہکاری کہا جاتا ہے۔لسانیات کی رو سے یہ آوازیں اپنی اپنی جگہ ایک فونیم یا صوتیہ ہیں۔اس دور تک یہ الگ الگ فونیم کی حیثیت سے تسلیم نہیں کی جاتی تھیں اس لیے بعض جگہوں پر ان کے املا میں غلط کتابت نظر آتی ہے۔علاوہ ازیں ہائے ہوز، حائے حطی اور ہائے مخلوط کا استعمال بھی موجودہ دور سے مختلف تھا۔نیز کبھی کبھی یائے معروف اور یائے مجہول میں کوئی فرق کم از کم املا کی حد تک روا نہیں رکھا جاتا تھا اور کبھی الفاظ کو ملا کر بھی لکھ دیا جاتا تھا جس کے باعث اصل لفظ کا درست طور پر پڑھنا اور سمجھنا کبھی کبھی دشوار ہو جاتا ہے۔مثال کے طور پر:

چہت	=	چھت	ھی	=	ہے
دیکہکر	=	دیکھ کر	ھم	=	ہم
بیٹہی	=	بیٹھی	ھون	=	ہوں
اُٹہا	=	اُٹھا	ھین	=	ہیں

۴۔ معکوسی آوازیں: Rotroflex sounds

اردو کی معکوسی آوازیں تین جمع تین ہیں یعنی ٹ، ڈ اور ڑ۔اسی طرح ٹھ، ڈھ اور ڑھ۔امیر اللہ خان بتاتے ہیں کہ یہ آوازیں ہند ایرانی خاندان میں نہیں ہیں۔ہند آریائی نے خود انھیں دراوڑی زبانوں سے لیا ہے۔اس لیے فارسی رسم الخط میں ان کے لیے کوئی علامت میسر نہیں۔(۳۶) اس دور میں یہ آوازیں مختلف انداز میں ظاہر کی جاتی رہی ہیں۔۱۸۹۳ء میں لندن سے ایک کیٹلاگ چھپی جس میں ہندی، پنجابی، پشتو اور سندھی کتابوں کی فہرست دی گئی ہے اور اس کے آغاز میں ٹرانسلیٹریشن ٹیبل یعنی نقل حرفی کا جدول بھی دیا گیا ہے۔اس میں ٹ، ڈ اور ڑ کے الفاظ میں

چھوٹی ط کی جگہ چار نقطے لکھے گئے ہیں اور ٹھ، ڈھ اور ڑھ کا تو کہیں ذکر ہی نہیں ہے۔(۳۷) اس کی وجہ فارسی اسالیب کی جامد تقلید نظر آتی ہے کیوں کہ فارسی میں ہکار کی آوازوں کا وجود ہی نہیں ہے۔ یہ خصوصیت اردو نے ہند آریائی زبانوں سے حاصل کی ہے۔

لسانیات میں دراصل عام بول چال کو اولیت دی جاتی ہے اور عام روزمرہ اور سادہ زبان کے لیے عوام الناس پر انحصار کیا جاتا تھا لہٰذا لفظ جس طرح بولا اور سنا جاتا تھا بالکل اُس کے عین مطابق لکھا بھی جاتا تھا۔ چوں کہ اس وقت تک حرف و صوت کا رشتہ بہت واضح نہ ہوا تھا۔ اس لیے بعض تحریروں میں وہ حرف یا آواز مخروف ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ بعض صورتوں میں اسے بلا ضرورت بڑھا بھی دیا گیا ہے۔

انیسویں صدی میں آنے والے مشنری ملک کے مختلف علاقوں میں پھیل گئے تھے اور دوسری طرف اُردو نثر بھی اپنے اطراف کے تمام علاقوں کی بولیوں کی خصوصیات کو جذب کر رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بائبل کے اردو تراجم میں اس دور کی اردو زبان کی تمام لسانی خصوصیات ملتی ہیں اور پھر ہر نظر ثانی شدہ نسخے میں لسانیاتی تبدیلیاں بھی پائی جاتی ہیں پھر خواہ وہ فارسی تقلید میں لکھا گیا ہنری مارٹن کا ترجمہ ہو یا ہندی اصطلاحات والا ہور نلے کا، برج بھاشا میں تیار کیا گیا چمبر لین کا نسخہ ہو یا پنجابی اثرات کا حامل جے ایف الماں، کاٹن میتھر کا ٹھیٹ روزمرہ زبان میں ہو یا پھر اردو زبان کی تبدیل شدہ صورت میں الہ آباد کی کمیٹی کا ترجمہ ہو۔ یہ لسانیاتی خصوصیات ہر ایک میں پائی جاتی ہیں۔ بائبل مقدس کے تراجم نے انیسویں صدی سے لے کر اب تک اردو زبان کے تمام لہجے سنے اور تمام حروف پر کھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ان کا رسم الخط ناگری ہو، رومن، ہو یا پھر نسخ ہو یا نستعلیق۔ بائبل کے ان اردو تراجم میں ہندوستان کا سماج اور اس کی خصوصیات بھی بخوبی واضح ہیں۔ دراصل کوئی بھی زبان صرف زبان نہیں ہوتی اس کے پیچھے پوری تاریخ اور تہذیب کھڑی ہوتی ہے اور ان تراجم میں اردو زبان کی وہ تہذیب اور سماج بھی جھلکتے ہیں۔ اردو زبان کی نثری تاریخ، تشکیل اور ترویج میں بائبل مقدس کے تراجم کا کردار ہمیشہ قابلِ تحسین رہے گا۔ ضرورت اس بات کی ہے ان تراجم کی سماجی اور لسانی خصوصیات اور ان کے اثرات کا تفصیلی مطالعہ کیا جائے۔

حواشی:

(۱) ایف۔ایف بروس (F.F. Bruce)، The books and the parchment: how we got our Englsih Bible، (ٹپان: این جے فلیمنگ ریول کمپنی، ۱۹۵۰ء)، ص ۱۴۷۔۱۴۶۔

(۲) سبطِ حسن، پاکستان میں تہذیب کا ارتقا (کراچی: مکتبۂ دانیال، ۲۰۰۲ء)، ص ۸۸۔

(۳) ٹی۔وی۔فلپ (T.V.Philip)، East of the Euphrates:early Christianity in Asia (تری یوولا [کیرالہ]: سی ایس ایس اینڈ آئی ایس پی سی کے، ۱۹۹۸ء)، ص ۱۴، ۱۵۔

(۴) سبطِ حسن اس کا ذکر کرتے ہوئے مولوی ابوظفر ندوی اور شیخ محمد اکرام کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

''۲۷۰ھ ۸۶۳ء میں الور کے ہندو راجہ مہروک رائک نے منصورہ کے حاکم عبداللہ بن عمر ہباری سے درخواست کی کہ اسلام کی تعلیمات کو سندھی زبان میں منتقل کیا جائے تو بہتر ہوگا۔ عبداللہ نے ایک عراقی کو جس کی پرورش منصورہ میں ہوئی تھی الور روانہ کیا۔ وہ سندھی اور عربی دونوں زبانوں پر عبور رکھتا تھا۔ یہ عراقی تین سال الور میں رہا۔ وہاں اس نے قرآن شریف کا ترجمہ راجہ کی فرمائش پر سندھی زبان میں کیا اور راجہ کی تعریف میں ایک قصیدہ بھی سندھی زبان میں لکھا''۔

دیکھیے: پاکستان میں تہذیب کا ارتقا، (کراچی: مکتبۂ دانیال، ۲۰۰۲ء)، ص ۱۶۸۔۱۶۷۔

(۵) تارا چند، ہندوستانی تہذیب پر اسلام کا اثر، ص ۱۰۷ بحوالہ سبطِ حسن، محولہ بالا، ص ۱۶۲۔

(۶) سبطِ حسن، پاکستان میں تہذیب کا ارتقا، محولہ بالا، ص ۲۲۵۔

(۷) ایضاً۔

(۸) جارج فلورز (Jorge Flores)، The mughal padshah: a Jesuist treatise on Emporer Jahangir's court and household، (لیڈن: کونن کلکے برل، ۲۰۱۶ء)، ص ۲۲۔

(۹) امداد صابری، فرنگیوں کا جال، (دہلی: ناشر مصنف، ۱۹۴۹ء)، ص ۲۳۔ ۱۳۔

(۱۰) جرنل آف ایشاٹک سوسائٹی بنگال، Journal of Asiatic society of Bengal، جلد ۶۵، (کلکتہ: ایشیاٹک سوسائٹی، ۱۸۹۶ء)، ص ۵۸۔

(۱۱) آئینہ حقیقت نما کے انگریزی زبان میں بھی تراجم ہو چکے ہیں جو برخط یعنی اون لائن بھی موجود ہیں۔

(۱۲) آرنلف کیمپس (Arnulf Camps)، Jerom Xaviar S. J. and the Muslims of the Mughal emoire، (سئزرلینڈ: سائنس مشنری، ۱۹۵۷ء)، ص ۱۳ تا ۳۹۔

(۱۳) مظفر علی سید، فن ترجمہ کے اصول اور مباحث، مشمولہ: اُردو زبان میں ترجمے کے مسائل (مرتبہ اعجاز راہی) (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۸۹۶ء)، ص ۳۲۔

(۱۴) فاخرہ نورین، ترجمہ کاری، (اسلام آباد: ادارۂ تحقیقاتِ اردو، ۲۰۱۴ء)، ص ۷۹۔

(۱۵) ایضاً۔

(۱۶) طارق محمود، اُردو کے سائنسی اور فنیاتی تراجم کا جائزہ، مشمولہ: اُردو زبان میں ترجمے کے مسائل (مرتبہ اعجاز راہی)، محولہ بالا، ص ۴۷۔

(۱۷) ظ۔ انصاری، اُردو زبان میں ترجمے کے مسائل، مشمولہ: ترجمے کا فن اور روایت، (مرتبہ قمر رئیس)، (دہلی: تاج پبلشنگ، ۱۹۷۶ء)، ص ۷۹۔

(۱۸) جمیل جالبی، تاریخِ ادبِ اُردو، جلد ۲، (لاہور: مجلس ترقیٔ ادب لاہور، ۲۰۰۶ء)، ص ۱۰۲۵۔

(۱۹) سید حمید شطاری، قرآن مجید کے اردو تراجم و تفاسیر کا تنقیدی مطالعہ، ۱۹۱۴ء تک (حیدرآباد [دکن]، ناشر مصنف، ۱۹۸۲ء)، متعدد صفحات۔

(۲۰) سید حمید شطاری، قرآن مجید کے اردو تراجم و تفاسیر ۱۹۱۴ء تک محولہ بالا، ص ۳۸۶۔

(۲۱) ایضاً ص ۳۹۰۔

(۲۲) یہ قرآن مجید نگارستان ایجنسی کی طرف سے راجپوت پرینٹنگ ورکس لاہور سے سنہ ۱۳۳۴ھ میں چھپا۔

(۲۳) منور لکھنوی، بھگوت گیتا (منظوم) موسومہ نسیمِ عرفاں (دہلی: آدرش کتاب گھر، ۱۹۶۰ء)۔

(۲۴) حکیم واسرائے وہمی، رامائن کا منظوم ترجمہ، حکیم واسرائے وہمی، (حیدرآباد دکن، ۱۹۶۰ء)۔

(۲۵) کویراج رگھونندن سنگھ ساحر دہلوی، اوم گیان گنگا یعنی بھگوت گیتا منظوم، (دہلی: کشب چندر منچال، ۱۹۶۷ء)۔

(۲۶) جلال افسر سنبھلی، منظوم مہابھارت، (دہلی: نیو لیتھو آرٹ پریس، ۱۹۸۹ء)۔

(۲۷) حامد اللہ افسر میرٹھی، ایک نادر فن کار، مشمولہ سیارہ، لاہور، عبدالعزیز خالد نمبر، ۱۹۶۹ء، ص ۱۵۵۔

(۲۸) ملاحظہ ہو: https://en.wikipedia.org/wiki/Psalms

(۲۹) فرہنگِ آصفیہ میں کلیسیا کے معنی ہیں ''عیسائیوں کی ایک جماعت جو بُت پرست خیال کی جاتی ہے اور وہ حضرت مریم کا بُت پوجتی ہے'' لکھا ہے جو درست نہیں۔ دراصل کلیسیا کا لفظ جو یونانی زبان کے لفظ اکلیسیا (ekklesia) سے اخذ کیا گیا ہے جس کا مطلب ہے مجلس یا جماعت یا پھر بلائے گئے لوگ۔ یعنی کلیسیا سے مراد لوگوں کی ایک خاص جماعت جو کسی مقصد کے لیے عوامی مقام پر بلائے گئے ہوں۔ اصطلاحاً کلیسیا کا لفظ عقیدۂ مسیحیت پر ایمان رکھنے والی اس جماعت کے لیے ہوتا ہے جس کے افراد کا شخصی تعلق جنابِ مسیح سے جڑا ہوا ہے۔ دیکھیے: فرہنگ آصفیہ، مرتبہ سید احمد دہلوی، (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۷۷ء)۔

(۳۰) فرہنگِ آصفیہ میں اس کے یہ معنی درج ہیں: ''معبدِ ترسیاں، قوم ترسا کا مندر، گرجا'۔ اس سے بھی راقمہ کو اختلاف ہے۔ کلیسا کا لفظ اس جگہ، مقام یا عمارت کے لیے استعمال ہوتا ہے جہاں مسیحی کلیسیا کو مذہبی اجلاس یا عبادت کے لیے سہولت مہیا کی جائے اس مقام کے لیے انگریزی کا لفظ چرچ (church) ہے جس کا اردو ترجمہ گرجا گھر کیا جاتا ہے۔ لفظ کلیسا مسیحی عبادت خانے کے لیے استعمال ہوتا ہے اس کی سند اردو ادب کے ہی کئی شعراء کے ہاں مل جاتی ہے مثلاً:

ع کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے (غالب)

ع بت خانہ بھی، حرم بھی، کلیسا بھی چھوڑ دے (اقبال)

(۳۱) وکلف اے سنگھ (مترجم)، گیتوں کے مصنفین و مترجمین، (لاہور، مسیحی اشاعت خانہ، سن ندارد)، ص ۲۰۔

(۳۲) عظیم عامر، عصرِ حاضر کا داؤد، (گوجرانوالہ، مکتبہ عناویم پاکستان، ۲۰۰۵ء)، ص ۷۹۔

(۳۳) ایضاً

(۳۴) مشتاق انعامی، زمزمۂ داود، کراچی کرسچن لٹریچر سوسائٹی، کراچی، ۱۹۸۱ء۔

(۳۵) ڈاکٹر بشیر خزان نادان، داود نبی کے منتخب مزامیر، گاسپل پرنٹنگ پریس، کراچی، ۲۰۰۵ء۔

(۳۶) امیر اللہ خان شاہین، اردو اسالیبِ نثر: تاریخ و تجزیہ، (میرٹھ: ناشر مصنف، ۱۹۷۷ء)، ص ۱۴۵۔

(۳۷) جے۔ ایف بلوم ہارٹ، (J.F. Blumhardt)، Catalogues of the Hindi, Panjabi Sindhi and Pashtu printed books in the library of the British museum، (لندن: آر کیر یچ، ۱۸۹۳ء)۔

مآخذ:

۱۔ انعامی، مشتاق، زمزمۂ داود، کراچی: کرسچن لٹریچر سوسائٹی، ۱۹۸۱ء۔

۲۔ انصاری، ظ، اردو زبان میں ترجمے کے مسائل، مشمولہ ترجمے کا فن اور روایت (مرتبہ قمر رئیس)، دہلی: تاج پبلشنگ، ۱۹۷۶ء۔

۳۔ بروس، یف۔ ایف بروس (Bruce< F. F. The books and the parchment: how we got our Englsih Bible، ٹپان: این جے فلیمنگ ریول کمپنی، ۱۹۵۰ء۔

۴۔ بلوم ہارٹ، جے۔ ایف، (Blumhardt, J.F.)، Catalogues of the Hindi, Panjabi indhi and Pashtu printed books in the library of the British museum لندن: آر کیر یچ، ۱۸۹۳ء۔

۵۔ جالبی، جمیل، تاریخِ ادبِ اردو، جلد ۲، لاہور: مجلس ترقیٔ ادب لاہور، ۲۰۰۶ء۔

۶۔ حسن، سبط، پاکستان میں تہذیب کا ارتقا، کراچی: مکتبۂ دانیال، ۲۰۰۲ء۔

۷۔ دہلوی، کویراج رگھویندر سنگھ، گیان گنگا کے نام سے بھگوت گیتا کا منظوم ترجمہ، دہلی: کشب چندر منجال، ۱۹۶۷ء۔

۸۔ سنبھلی، جلال افسر، منظوم مہابھارت، دہلی: نیو لیتھو آرٹ پریس، ۱۹۸۹ء۔

۹۔ سنگھ، وکلف اے (مترجم)، گیتوں کے مصنفین و مترجمین، لاہور، مسیحی اشاعت خانہ، سن ندارد۔

۱۰۔ سید، مظفر علی، فن ترجمہ کے اصول اور مباحث، مشمولہ: اُردو زبان میں ترجمے کے مسائل (مرتبہ اعجاز راہی)، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء۔

۱۱۔ شاہین، امیر اللہ خان، اردو اسالیبِ نثر: تاریخ و تجزیہ، میرٹھ: ناشر مصنف، ۱۹۷۷ء۔

۱۲۔ صابری، امداد صابری، فرنگیوں کا جال، دہلی: ناشر مصنف، ۱۹۴۹ء۔

۱۳۔ عامر، عظیم، عصرِ حاضر کا داؤد، گوجرانوالہ: مکتبہ عناویم پاکستان، ۲۰۰۵ء۔

۱۴۔ فلپ، ٹی۔ وی، (Philip T.V.)، East of the Euphrates: early Christianity in Asia، تری یوولا [کیرالہ]: سی ایس ایس اینڈ آئی ایس پی سی کے، ۱۹۹۸ء۔

۱۵۔ فلورز، جارج (Flores, Jorge)، The mughal padshah: a Jesuist treatise on

Emporer Jahangir's court and household، لیڈن: کونن کلکے برل، ۲۰۱۶ء۔

۱۶۔ کیمپس، آرنلف (Camps, Arnulf)، Jerom Xavier S. J. and the Muslims of the Mughal emoire، سوئزرلینڈ: سائنس مشنری، ۱۹۵۷ء۔

۱۷۔ لکھنوی، منور، بھگوت گیتا (منظوم) موسومہ نسیمِ عرفاں، دہلی: آدرش کتاب گھر، ۱۹۵۵ء۔

۱۸۔ محمود، طارق، اردو کے سائنسی اور فنیاتی تراجم کا جائزہ، مشمولہ: اُردو زبان میں ترجمے کے مسائل (مرتبہ اعجاز راہی)، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء۔

۱۹۔ میرٹھی، حامد اللہ افسر میرٹھی، ایک نادر فن کار، مشمولہ سیارہ، عبد العزیز خالد نمبر، ۱۹۶۹ء۔

۲۰۔ نادان، بشیر خزان، داود نبی کے منتخب مزامیر کراچی: گاسپل پریس، کراچی، ۲۰۰۵ء۔

۲۱۔ نورین، فاخرہ، ترجمہ کاری، اسلام آباد: ادارۂ تحقیقاتِ اردو، ۲۰۱۴ء۔

۲۲۔ وہبی، حکیم واسرائے، رامائن کا منظوم ترجمہ، حیدر آباد دکن، ناشر مصنف، ۱۹۶۰ء۔

جرائد:

☆ جرنل آف ایشاٹک سوسائٹی بنگال، Journal of Asiatic society of Bengal، جلد ۶۵، (کلکتہ: ایشیاٹک سوسائٹی، ۱۸۹۶ء)۔

لغات:

☆ فرہنگِ آصفیہ، مبنی بر چہار جلد، (مرتبہ سید احمد دہلوی)، لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۷۷ء۔

ویب گاہیں:

☆ https://www.vocabulary.com/dictionary/translate

☆ https://en.wikipedia.org/wiki/Psalms